نبی اکرمؐ کی کفالت کس نے کی؟

جناب ابوطالبؓ یا جناب زبیر بن عبدالمطلبؓ

جناب پروفیسر ڈاکٹر سید رضوان علی ندوی

عام قارئین کو مضمون کا یہ عنوان عجیب معلوم ہوگا، بلکہ اچھے خاصے تعلیم یافتہ اور بیشتر علماء و اہل دین کو اس سوال پر پریشان کن حیرت ہوگی، کیونکہ سیرتِ نبوی کی قدیم و جدید تمام کتابوں میں خواہ وہ عربی میں ہوں یا دوسری زبانوں (اردو، فارسی، انگریزی، فرنچ وغیرہ) میں یہی لکھا ہے کہ سرورِ کائنات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پرورش آنحضرت کے دادا عبدالمطلب کی وفات کے بعد آپ کے چچا ابوطالب کے زیرِ سایہ ہوئی اور اگرچہ وہ اسلام نہیں لائے لیکن بعثت نبوی کے بعد سے کفارِ قریش کے مقابلہ میں آنحضرت کی نصرت و تائید کا شرف ابوطالب کو ہی حاصل ہوا۔ انتہائی نامساعد حالات میں انہوں نے آنحضرت کا ساتھ دیا۔ تفاصیل عام کتبِ سیرت میں مذکور ہیں۔ جب تک جناب ابوطالب زندہ رہے، کفارِ مکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کرنے کا ناپاک منصوبہ نہیں بنا سکے۔

اور یہی سب کچھ مسلمان ہر سال سیرتِ نبوی کے جلسوں اور اجتماعات میں علماء و مؤرخین سے سنتے رہے ہیں۔ اور یہی برصغیر کے مشہور ترین محقق سیرت نگار شبلی نعمانی، سید سلیمان ندوی اور قاضی سلیمان منصور پوری مصنف رحمۃ للعالمینؐ اور اس صدی کے مشہور ترین عرب سیرت نگار محمد حسین ہیکل مرحوم نے تحریر کیا ہے۔

مگر افسوس کہ اس سب کے برخلاف ہمارے ملک کے ایک صاحب جناب ضیاء الدین کرمانی نے اپنی کتاب "ابدی پیام کے آخری پیغامبر" میں (جو ان کی انگریزی کتاب:

THE LAST MESSANGER WITH A LASTING MISSAGE

کا ترجمہ ہے) یہ انوکھا انکشاف کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پرورش ان کے مشہور چچا ابو طالب نے نہیں بلکہ ایک دوسرے چچا زبیر بن عبدالمطلب کے زیر سایہ ہوئی، اور انہیں کی تائید و نصرت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل تھی۔ ان کی یہی انوکھی رائے اس مضمون کی محرک ہے۔

ضیاء الدین کرمانی صاحب علمی دنیا اور تصنیف و تالیف کے میدان میں پہلے سے کوئی جانی پہچانی شخصیت نہیں ہیں۔ کتاب میں مؤلف کا جو تعارف لکھا ہے وہ یہ ہے کہ انہوں نے لکھنو یونیورسٹی سے تقسیم ہند سے کافی پہلے عربی میں ایم۔اے کیا تھا۔ پھر چند سال وہیں عربی و اسلامی تاریخ پڑھائی۔ لیکن ان کی عمر غیر منقسم ہندوستان میں اور پھر پاکستان میں انفرمیشن ڈیپارٹمنٹ میں گذری۔ حتیٰ کہ وہ پاکستان کی وزارتِ اطلاعات میں ڈپٹی پرنسپل انفرمیشن آفیسر کے عہدہ سے ریٹائر ہوئے۔ چالیس سال سے زائد عرصہ تک صحافتی اور سرکاری ذمہ داریاں سنبھالے رہے۔ وہ یقیناً سرکاری حلقوں میں معروف شخصیت ہوں گے لیکن جو کتاب انہوں نے تحریر کی ہے اس کا تعلق صحافت سے نہیں بلکہ تاریخ اور سیرتِ نبوی سے ہے اور ایک تحقیقی کوشش ہے۔

کاتب سطور کا تعلق بھی عربی زبان اور اسلامی علوم و تاریخ سے ہے۔ یونیورسٹی کی بیشتر تعلیم بھی ایک عرب ملک میں ہوئی ہے اور کیمبرج سے ڈاکٹریٹ کرنے کے بعد تقریباً چوتھائی صدی تک عرب ملکوں کی مختلف یونیورسٹیوں میں عربی زبان اور اسلامی تاریخ و تمدن وغیرہ کے مضامین پڑھاتا رہا ہوں۔

جو کچھ میں آگے کہنا چاہتا ہوں اس کے لیے یہ تعارفی سطور لکھنا ضروری تھا مجھے اس وقت زیرِ نظر کتاب پر تبصرہ یا تنقید کرنا مقصود نہیں ہے۔ ہاں اتنا کہنا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ یہ ایک (PROVOCOTIVE) ہیجان انگیز کتاب ہے،

اور اس میں مصنّف نے بڑے دعوے کئے ہیں، بلکہ "انتساب" کے تحت جو مختصر عبارت تحریر ہے وہ خود ایک بہت بڑا دعویٰ ہے، اور جو افسوس کہ تنقید کی کسوٹی پر کھوٹا ثابت ہوتا ہے، اس پر لکھنے کا موقع ان شاء اللہ کسی دوسری فرصت میں ملے گا، اس وقت میں صرف اس موضوع پر بحث کروں گا جس کا عنوان میں ذکر کیا گیا ہے، اتنا ضرور کہوں گا کہ کتاب کا نام مذکورہ نام کے بجائے اگر "سیرت نبوی کے بعض پیچیدہ مسائل" ہوتا تو زیادہ مناسب ہوتا، اس لیے کہ کتاب میں پیغامِ رسالت کو تو نمایاں طور پر اجاگر نہیں کیا ہے، بعض مسائل کو پیچیدہ بنا کر ان پر بحث کی گئی ہے، جن میں بہت سے صحابہ کرام کی ہستیاں بھی ہیں، جس میں مصنّف نے قدیم معتزلہ کی طرح بہت غیر محتاط اور بعید از ادب اسلوب بیان اختیار کیا ہے، بلکہ بعض اوقات انتہائی گستاخانہ ہے۔

جناب کرمانی صاحب نے مسئلہ زیر بحث پر اپنی کتاب کے باب پنجم میں صفحات ۵۶، ۵۷، ۵۹، ۶۰، ۶۱ پر "دادِ تحقیق" دی ہے۔ نہ معلوم انھوں نے بیچ میں صفحات ۵۸، ۵۹ پر بحیریٰ (مصنّف نے بحیرا لکھا ہے جو غلط ہے) سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ملاقات کا مسئلہ اُٹھا مختصر بحث کیوں کی ہے؟

کوئی شک نہیں کہ حضرت ابوطالب کی طرح زبیر بن عبدالمطلب بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سگے چچا تھے، لیکن مصنّف کا یہ کہنا کہ حضرت عبدالمطلب کی آخری عمر میں زبیر نے سارے خاندان کی ذمہ داری سنبھال لی تھی، محض ایک دعویٰ ہے جس کے لیے انھوں نے کوئی بھی مستند کتابی حوالہ پیش نہیں کیا ہے۔ اور پھر یہ تصریح کہ "عبدالمطلب کی وفات کے بعد آنحضرتؐ کی پرورش کی ساری ذمہ داری زبیر ہی کے سر آپڑی"۔ ایک بے بنیاد استنتاج ہے۔ اس سلسلہ میں انھوں نے سرسید احمد خاں کی کتاب "خطباتِ احمدیہ" کا ایک حوالہ دیا ہے، جس کا سیرت کے لٹریچر میں کوئی خاص مقام نہیں اور وہ خود کسی قدیم حوالہ کی محتاج ہے۔ لیکن بقول مصنّف سرسید بھی اس حقیقت کو نہ پہنچ سکے، جس کا انکشاف آنجناب نے کیا ہے۔ اورؒ زبیر کا مقام جاننے کے باوجود اس کے قائل رہے کہ آنحضرتؐ کی تربیت ابوطالب نے ہی کی۔

اس کے بعد ہی مصنف نے اپنے دعوے کے ثبوت میں قدیم کتب سے جو بعض حوالے پیش کیے ہیں وہ یا تو موضوع سے کوئی تعلق نہیں رکھتے، یا علمی بددیانتی کی بدترین مثال ہیں۔

وہ عربی کی مشہور تاریخ الیعقوبی کے حوالے سے لکھتے ہیں: "اور عبدالمطلب کی وفات پر ان کی وصیت کے مطابق کعبہ کی تولیت اور دوسرے معاملات ان کے بیٹے زبیر نے سنبھالے (ص ۶۰)۔" واوصی عبدالمطلب الی ابنہ الزبیر بالحکومۃ وامر الکعبۃ" لیکن افسوس کہ انہوں نے یہاں الیعقوبی کی پوری عبارت نقل نہیں کی، جس کا موضوع زیر بحث سے براہ راست تعلق ہے۔ اور جس سے ان کے جھوٹے دعوے کی صاف تردید ہوتی ہے۔ پوری عبارت یوں ہے: "واوصی عبدالمطلب الی ابنہ الزبیر بالحکومۃ وامر الکعبۃ، والی ابی طالب برسول اللہ وسقایۃ زمزم" (یعنی عبدالمطلب نے وصیت کی کہ قبائل میں فیصلہ کرنے اور کعبہ کے معاملات تو زبیر سنبھال لیں گے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تربیت اور زمزم سے حجاج کو پانی پلانے کا کام ابوطالب کے ذمہ ہوگا)۔

اب بتایا جائے کہ اس سے زیادہ علمی بددیانتی کیا ہوگی کہ کرمانی صاحب نے اپنی مطلب برآری کے لیے الیعقوبی کی عبارت کا آدھا اور ضروری جملہ ہی حذف کر دیا، اور ایسا ہی کیا کہ کوئی انسان قرآن کریم کی آیت (یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوۃَ) کا ذکر کر کے نماز کے قریب نہ جانے کی تلقین کرے اور اس کے تکمیلی جملہ (وَاَنْتُمْ سُکٰرٰی) کو حذف کر دے۔

اسی طرح البلاذری کی انساب الاشراف کی جو عبارت انہوں نے نقل کی ہے (ص ۶۰، ۶۱) وہ بھی ناقص ہے اور علمی دیانت سے بالکل دُور ہے، انہوں نے البلاذری کی عبارت کا ترجمہ یوں پیش کیا ہے:

"اور بعض لوگوں نے لکھا ہے کہ زبیر کی وفات کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کفالت و پرورش ابوطالب نے کی۔ یہ غلط ہے، کیونکہ زبیر معاہدۂ حلف الفضول کے وقت حیات تھے، اور رسول اللہ کی عمر اس وقت بیس سال

سے زیادہ تھی۔"

کرمانی صاحب نے اصل عبارت کتاب کے آخر میں نوٹس میں دی ہے، لیکن افسوس کہ یہاں بھی انہوں نے "لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوۃَ" کے طریقہ پر عمل کرتے ہوئے بعد کا ضروری جملہ حذف کر دیا ہے، جو یہ ہے: "لا اختلاف بین العلماء فی ان شخوص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الی الشام مع ابی طالب بعد موت عبد المطلب باقل من خمس سنین" انساب الاشراف، جلد ا ص ۸۵، جس کا مطلب یہ ہے: (علماء کے مابین اس بات میں کوئی اختلاف نہیں کہ رسول اللہ علیہ وسلم کا ابوطالب کے ساتھ سفر شام عبدالمطلب کی وفات کے بعد پانچ سال سے کم کے عرصہ میں پیش آیا)۔

البلاذری نے اس بات کی تردید کی ہے کہ "بعض لوگ" جو کہتے تھے کہ آنحضرت کی کفالت زبیر بن عبدالمطلب نے کی، کیونکہ زبیر نے جب حلف الفضول میں شرکت کی تو اُس وقت آنحضرت کی عمر بیس سال سے زائد تھی، حالانکہ جب آنحضرت کی عمر گیارہ یا بارہ سال تھی، اس وقت آپ ابوطالب کے ساتھ شام کے سفر پر گئے تھے، تو پھر یہ کس طرح کہا جاسکتا ہے کہ زبیر نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کفالت کی۔

اِس کی وضاحت بہت کھل کر انساب الاشراف کے اس پیراگراف میں اسی صفحہ پر ہوئی ہے، جس کو کرمانی صاحب نے توڑ مروڑ کر پیش کیا ہے۔ البلاذری لکھتا ہے:

ولما احتضر عبد المطلب، جمع بنیہ، فاوصاھم برسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وکان الزبیر بن عبد المطلب وابوطالب اخوی عبد اللہ لامہ وابیہ، وکان الزبیر اسنھما فاقترع الزبیر وابوطالب ایھما یکفل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ فاصابت القرعۃ فاخذہ الیہ ویقال: بل اختارہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی الزبیر، وکان الطف عمیہ بہ، ویقال: بل اوصاہ

عبد المطلب بان یکفله بعده"

ترجمہ: جب عبدالمطلب کی جان کنی کا وقت آیا تو انہوں نے اپنے بیٹوں کو جمع کیا اور ان سب کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نگہداشت کی ہدایت کی۔ زبیر بن عبدالمطلب اور ابوطالب (آنحضرت کے والد) عبداللہ کے سگے بھائی تھے، زبیر ان میں بڑے تھے۔ سو زبیر اور ابوطالب کے درمیان قرعہ اندازی ہوئی کہ ان میں سے کون رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کفالت کرے گا۔ قرعہ ابوطالب کے نام نکلا، سو انہوں نے آنحضرت کو لے لیا۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوطالب کو زبیر پر ترجیح دی، کیونکہ وہ دونوں چچاؤں میں آنحضرت کے ساتھ زیادہ مہربانی کے ساتھ پیش آتے تھے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ خود عبدالمطلب نے یہ وصیت کی کہ وہ (یعنی ابوطالب) ان کے بعد آنحضرت کی کفالت کریں"۔

اسی طرح البلاذری نے تین اقوال نقل کئے ہیں، اور تینوں سے واضح ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کفالت و تربیت ابوطالب کے حصہ میں آئی، اور آخری قول وہ ہے جس کی تائید البلاذری کے معاصر مورخ الیعقوبی کے بیان سے بھی ہوتی ہے، جس کا اُوپر ذکر کیا گیا ہے۔ اور جس پر تمام قدیم و جدید مورخینِ سیرت کا اتفاق ہے، خود البلاذری نے قرعہ کی روایت کو ترجیح دی ہے، کیونکہ "یقال" (یعنی کہا جاتا ہے) کا صیغہ کسی مؤلف کی اپنی رائے کا اظہار نہیں ہوتا ہے۔

اس ضمن میں مصنف نے بعد کے دو مورخین کی روایتیں زبیر بن عبدالمطلب سے متعلق نقل کی ہیں۔ ان کا نفس موضوع سے کوئی تعلق نہیں۔ لیکن ابوطالب کی مفلسی سے متعلق جو روایت انہوں نے لیعقوبی سے نقل کرتے ہوئے یہ ثابت کرنے کے لیے لکھی ہے وہ ناقص اور یک طرفہ ہے۔ انہوں نے افسوس کہ مورخ الیعقوبی کے ان الفاظ کو چھپایا ہے، جو قدرے تنگ دستی کے باوجود ان کے سوسائٹی میں اعلیٰ مقام کا اشارہ دیتے ہیں یہ مورخ لکھتا ہے: "وکان ابوطالب سیداً شریفاً مطاعاً مهیباً مع املاقه"

(یعنی ابو طالب اپنی تنگ دستی کے باوجود ایک بارعب، مجد و وقار، مانتے ہوئے شریف سردار تھے۔ (تاریخ الیعقوبی جلد، ص ۱۴)۔

پھر خود کرمانی صاحب نے ہی اعتراف کیا ہے کہ " یہ عجیب عقدہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اکثر سیرت نگار زبیر کا حوالہ دینے اور خاص طور پر نام کے ساتھ ان کا ذکر کرنے سے کتراتے ہیں"۔

جناب کرمانی سے عرض ہے کہ یہ کوئی عقدہ نہیں۔ جب آنحضرتؐ کی پرورش اور کفالت میں ان کا کوئی رول ہی نہیں تو سیرت نگار کیوں ان کا ذکر کریں۔ اور پھر کرمانی صاحب کو معلوم نہیں کہ زبیر بن عبدالمطلب ایک ایسے بچے کی تربیت و کفالت کے لیے موزوں آدمی نہ تھے جس کو اللہ تعالیٰ نے نبوت کے اعلیٰ منصب کے لیے اختیار کیا تھا۔ اس کی تصدیق علامہ آلوسی عراقی کی اس تصریح سے ہوتی ہے، جو انہوں نے زبیر بن عبدالمطلب کا ذکر کرتے ہوئے اپنی کتاب بلوغ الارب فی معرفۃ احوال العرب، الجزءالثالث کے صفحہ ۱۴ پر کی ہے۔ وہ لکھتے ہیں: " وکان شاعرا مفلقًا، شدید المعارضۃ، قذع الھجاء"۔ (یعنی وہ بہت عمدہ شاعر، سخت مقابلہ باز" اور گندی ہجو لکھنے والے تھے۔ ظاہر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تربیت ایک ایسے سخت گیر اور ہجو گو شاعر کے زیر اثر نہیں ہو سکتی تھی۔

سو تمام محدثین و مورخین اور سیرت نگاروں نے جو لکھا ہے کہ ابو طالب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تربیت و کفالت کی وہی درست ہے، کرمانی صاحب یہ یاد رکھیں کہ اُمتِ اسلامیہ کا اجماع کسی غلط بات پر کبھی نہیں ہوا ہے۔ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث اس بارے میں حجت ہے۔ لا تجتمع اُمتی علی الضلالۃ اور اپنے نبی پاک کی سیرت کے معاملے میں اُمتِ اسلامیہ غلط اور گمراہ کُن باتوں میں کبھی مبتلا نہیں ہوئی۔

پھر کرمانی صاحب کو صحیح بخاری میں حضرت عباس بن عبدالمطلب سے مروی وہ حدیث بھی ذہن میں رکھنی چاہیے جو "باب قصۃ ابی طالب" میں مذکور ہے، جس کے الفاظ

ہیں: حدثنا العباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ قال للنبی صلی اللہ علیہ وسلم ما اغنیت عن عمک فانہ کان یحوطک و یغضب لک، قال: ھو فی ضحضاح من نار، ولولا انا لکان فی الدرک الاسفل من النار (صحیح البخاری جلد ۷، ص ۶۵ طبعۃ مکتبۃ الشعب، القاہرۃ)

اسی طرح کی ایک دوسری حدیث اسی باب میں حضرت ابوسعید خدریؓ سے مروی ہے۔ جب کہ زبیر بن عبد المطلب کے بارے میں ہم کو کوئی حدیث کسی کتاب میں نظر نہیں آئی۔

معلوم نہیں جناب کرمانی نے اس موضوع پر قلم اٹھانا کیوں ضروری سمجھا، کیا واقعی یہ کوئی تحقیق طلب موضوع تھا، یا شیعہ مکتب فکر کی دشمنی میں ایسا کیا گیا ہے، ان کی کتاب میں بدنام زمانہ مصنف محمود احمد عباسی کی مختلف مقامات پر جو تعریف ہے، اور ان کی کتاب میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور ان کے انصار کی مختلف مقامات پر جو تنقیص ہے اس سے یقین ہوتا ہے کہ وہ بھی اپنے ممدوح کی طرح خواہ مخواہ ناصبیت کے مرض میں مبتلا ہیں اور اسی لیے انہوں نے ابوطالب کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تربیت وکفالت کے شرف سے محروم کرنے کی بے جا اور مذموم کوشش کی ہے، اور افسوس کہ انہوں نے اس کو OBJECTIVITY (موضوعیت) کا غلط نام دیا ہے۔ الحمد للہ کہ اہل سنت والجماعت ابوطالب کے بارے میں کسی غلو کا شکار نہیں رہے۔ لیکن اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں تاریخی حقائق کا بھی انکار کیا جائے اور توڑ مروڑ کر ناقص عربی عبارات کے حوالے دینے کو تحقیق کا نام دیا جائے۔ وصدق اللہ العظیم فی کتابہ العزیز، فاما الزبد فیذھب جفاءً واما ما ینفع الناس فیمکث فی الارض۔